© rasailojaraid.com

علم مقصد ہے وسیلہ نہیں

مولانا ابوالکلام آزادؒ

ری ۱۹۵۱ء کو طلبائے دارالعلوم دیوبند سے مؤثر اور تاریخی خطاب

حضرات! مجھے ایک عرصے کے بعد اگرچہ یہاں آنے کا موقع ملا ہے، لیکن آپ کی اس شان دار درسگاہ سے میرا تعلق نیا نہیں ہے، بلکہ بہت پرانا ہے۔ ابھی جب آپ ایڈریس پڑھ رہے تھے تو میرا ذہن بے اختیار گزرے ہوئے واقعات کی طرف جا رہا تھا۔ ۱۹۱۴ء کی بات ہے جب مولانا عبیداللہ سندھی دہلی میں مقیم تھے، میں نے ان سے کہا تھا کہ میں چاہتا ہوں کہ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ سے ملنے کا موقع ملے، اگر میں دیوبند جاؤں تو مجھے اندیشہ ہے کہ میرے جانے سے وہاں کے حالات آلودہ ہو جائیں گے اور میری وجہ سے حکومت مدرسہ کی طرف سے مشکوک ہو جائے گی، مولاناؒ کو جب میرا ارادہ معلوم ہوا تو مجھ پر کمال عنایت فرمائی اور خود دیوبند سے دہلی تشریف لائے اور یہ اہتمام کیا کہ شام کو ٹرین سے جو تقریباً سات بجے دہلی پہنچتی تھی دہلی تشریف لائے اور جو ٹرین رات کو تقریباً ۱۲ بجے دہلی سے روانہ ہوتی تھی اس سے واپس ہو کر صبح ہی دیوبند پہنچ گئے۔ ڈاکٹر انصاری جو اپنے بڑے بھائی حکیم نابینا کے واسطے سے شیخ الہندؒ سے خاص عقیدت رکھتے تھے ان کی کوٹھی پر قیام فرمایا، میں رات کو آٹھ بجے ملاقات سے شرف اندوز ہوا، چند برس قبل جب مدرسہ میں ایک خاص تقریب ہوئی جس میں یوپی کے گورنر مسٹن کو دعوت دی گئی تو مجھے بھی مدعو کیا گیا، حکیم اجمل خاں اور مولانا محمد علی مرحوم کے ساتھ بھی یہاں حاضر ہوا اور مدرسہ کی مہمان نوازیوں سے فیض یاب ہوا۔ مگر کچھ ایسی صورت پیدا ہو گئی کہ میں جلسہ میں شریک نہ ہو سکا، اس کو ۲۵ سال ہوئے، مدرسہ سے میرا جسمانی تعلق پرانا ہے جیسا کہ آپ سے بیان کیا مگر روحانی علاقہ اس سے بھی زیادہ پرانا ہے۔

ایڈریس میں بتایا گیا ہے کہ درس گاہ کی بنیاد خاص وقت میں ڈالی گئی، عام طور پر جب کسی مدرسے کو بناتے ہیں تو اس کا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لحاظ رکھا جاتا ہے کہ وہاں اصحابِ تمول بکثرت ہوں اور اس طرح کا ماحول ہو کہ ہر قسم کی مادی امداد ملتی رہے، مگر دیوبند ایسی آبادی نہ تھی، یہ ایک چھوٹی سی بستی ہے، یہاں نہ دولت مندوں کی آبادی ہے، نہ اس کی اور کوئی خصوصیت قابل ذکر تھی، اگر دار العلوم دیوبند نہ ہوتا تو لوگ دیوبند کے نام سے بھی واقف نہ ہوتے، اس کے علاوہ جب اس مدرسہ کی بنیاد ڈالی گئی تھی اس وقت ہندوستان ایک بڑے انقلاب سے گزر رہا تھا، انقلاب کے بعد خصوصیت کے ساتھ مسلمانوں پر جو مصیبت آئی، اس کا لحاظ کرتے ہوئے اور ملک کے عام حالت کو دیکھتے ہوئے یہ کہنا مشکل تھا کہ مسلمان اس آسمان کے نیچے اطمینان کا سانس بھی لے سکیں گے یا نہیں! صدیوں کی زندگی میں جو اجتماعی نظام قائم ہوا تھا اس کی بنیادیں منہدم ہو چکی تھیں۔ ۱۸۵۷ء کی خونی داستان کے بعد جس کو آج کل 'غدر' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے مصائب کے جو پہاڑ ٹوٹے اس سے علمی خاندان برباد ہو گئے، ریاستیں ضبط کی گئیں، یہ واقعہ تاریخ میں یادگار رہے گا، ایسے وقت میں خدا کے چند مخلص بندوں نے اس بستی میں مدرسہ کی بنیاد ڈالی، جہاں نہ اصحاب تمول رہتے تھے، نہ مادی اعانت کے کرنے والے اور جہاں فقر و فاقہ کے سوا کچھ نہ تھا۔

مولانا محمد قاسم صاحبؒ جو حقیقتاً مدرسہ کے بانی تھے، ان کی زندگی کس طرح کٹی؟ مولانا محمود حسن صاحبؒ نے مجھ سے واقعہ بیان کیا کہ ان کو ۵ اروپے تنخواہ ملتی تھی، ایک پیسہ زیادہ نہ لیتے تھے، نہ اس سے زائد کی کبھی انھوں نے تمنا کی، اسی میں تمام زندگی بسر کی، ۱۸۷۸ء میں جب پلونا میں روس و ترکی میں لڑائی ہوئی تو برٹش گورنمنٹ کی پالیسی یہ تھی کہ روس کے مقابلے میں ترکی کی امداد کی جائے، ترکوں نے "ریڈ کراس" کے مقابلے میں "ہلالِ احمر" کھولی تھی، ہندوستان میں ترکوں کے لیے چندہ کیا جاتا تھا، ہر ضلع کے حکام لوگوں کو بلا کر ترغیب دیتے تھے، سہارنپور میں بھی کلکٹر نے چندہ کی تحریک کی اور لوگوں کو جمع کیا، حضرات علماء کو بھی بلایا گیا، مولانا قاسمؒ بھی اس میں مدعو تھے، شیخ الہندؒ مجھ سے کہتے تھے کہ مولانا سمجھ گئے کہ ان کو اس لیے بلایا جا رہا ہے کہ وہ بھی مسلمانوں سے چندہ کے لیے اپیل کریں، مولاناؒ نے فرمایا کہ میں جب تک خود نمونہ پیش نہ کروں دوسروں سے کیوں کر کہوں، غریب سے غریب آدمی کے پاس بھی گھر کا کچھ نہ کچھ سامان ہوتا ہے، مولاناؒ کے یہاں بھی تانبے کے سوا دنیا کی کوئی چیز نہ تھی، جب سہارنپور تشریف لے جانے لگے تو گھر کے تمام برتن ساتھ لے لیے اور چندہ کے لیے اپیل کی تو سب سے پہلے آپ نے یہ برتن پیش کر دیے۔ دراصل یہ وہ نمونہ تھا جو ہمیں صحابہؓ کی زندگی میں ملتا ہے، غزوۂ عسرت میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ سے اعانت کے لیے فرمایا تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنا تمام مال و متاع بارگاہِ رسالت میں پیش کر دیا تھا، جب ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا "ما أبقيت لأهلك" اپنے بیوی بچوں کے لیے کیا چھوڑ آئے ہو؟ تو اس پیکر ایمان نے کہا تھا کہ "ابقيت لهم الله ورسوله" یعنی اللہ اور اس کے رسول کو۔ لوگ علم و تبحر کو ڈھونڈتے ہیں، وہی چیز جو حضرت ابوبکر صدیقؓ کے دل میں بس گئی تھی، وہی جوہر ان بزرگوں کی زندگی میں بھی تھا، حضرت ابوبکرؓ کے لیے ارشاد ہوا تھا: "لا بكثرة صوم ولا صلوة ولكن بما

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وقرنی قبلہ ''نماز، روزہ کی زیادتی کے باعث نہیں، بلکہ اس خاص جوہر کی وجہ سے ان کے دل میں جمادیا گیا تھا۔ میں آپ سے یہ عرض کروں گا کہ یہ درسگاہ جس کی بنیاد ایسے لوگوں نے ڈالی ہو وہ مستقبل میں ایک لمحے کے لیے بھی پریشان نہیں ہوسکتی، ان بزرگوں نے محسوس کیا تھا کہ اگر مسلمانوں کی دینی زندگی کو تھامنا ہے تو اس کے لیے کوئی نئی اینٹ رکھنی چاہیے، چنانچہ اس مدرسے کی بنیاد رکھی گئی جو اس شان دار مدرسے کی صورت میں ہمارے سامنے ہے۔

دارالعلوم کی خدمت کے لیے اللہ تعالیٰ نے ان بزرگوں کے خلوص کو قبول فرمایا اور ایسی برکت دی کہ اس درس گاہ سے ۷۰ برس کے قیام میں (اس وقت قیام دارالعلوم کی مدت ۱۵۷ سال ہے) کتنے علماء، فضلاء نکلے، اس کو اگر بیان کیا جائے تو ایک ضخیم مجلّہ تیار ہوجائے اور پھر بھی یہ داستان ادھوری رہے گی، گزشتہ چار سال میں جو واقعات ظہور میں آئے، ان کا نتیجہ تھا کہ ملک پر مصیبت کی گھٹائیں چھاگئیں۔ ہم نے آزاد ہندوستان کا جو نقشہ تیار کیا تھا اگر باقی رہتا تو حالات یقیناً دوسرے ہوتے، مگر ملک تقسیم ہوگیا، جس کا نتیجہ لاکھوں کروڑوں انسانوں کی تباہی اور بربادی کی شکل میں نمودار ہوا، لاکھوں انسانوں پر اس طرح مصیبت آئی اور لاکھوں اس طرح مصائب سے دوچار ہوئے، مگر اب روز بروز حالات پُرامن ہوتے جارہے ہیں، آج سے ۷۰ برس یا ۸۰ برس پیش تر جس روشنی نے آپ کی رہنمائی کی تھی وہی روح آج بھی پیش نظر ہونی چاہیے۔

حضرات! کسی جماعت کی زندگی اس پر موقوف ہوتی ہے، اس کی روح اور دل کیوں کر تیار کیا گیا ہے، آپ کی یہ درس گاہ دراصل ایسا کارخانہ ہے جو مسلمانوں کی روحوں کو ڈھالتا ہے، یہ کارخانہ قائم ہے تو ہمیں پریشان نہ ہونا چاہیے، اس درس گاہ کے اسلاف نے عمل کا جو نمونہ پیش کیا تھا اور جن مقاصد کو لے کر یہ درسگاہ قائم کی تھی، اگر وہ روشنی آپ کی رہنمائی کررہی ہے تو میں آپ کو یقین دلاؤں گا کہ شان دار مستقبل اس کے لیے تیار ہے۔

آپ نے ایڈریس میں بعض خاص امور کا ذکر کیا ہے اور اس کے سندوں کو تسلیم کیے جانے کے لیے توجہ دلائی ہے، یہ بالکل درست ہے، اس مدرسے کی واقعی تعلیمی حیثیت کا اعتراف کیا جائے جس کا وہ فی الواقع مستحق ہے، میں حکومت ہند کی طرف سے آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ وہ اس مدرسے کی حیثیت اور اس کی عظمت سے بے خبر نہیں ہے، وہ جانتی ہے کہ یہ مدرسہ کس حیثیت کا مالک ہے اور اس کا قیام ملک کے لیے کتنا ضروری ہے، جہاں تک ممکن ہوگا حکومت اس مدرسے کی خدمت کے لیے تیار رہے گی۔ آخر میں آپ کی محبت واخلاص اور حسن ظن کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے آنے اور مدرسہ دیکھنے کا موقع دیا، میری خواہش ہے کہ میں پھر اپنی زندگی کے چند بہترین لحات یہاں بسر کروں، اگر وقت ہوتا تو میں طلبا کے لیے خاص وقت نکالتا، مگر وقت بہت کم ہے، اس لیے میں چاہتا ہوں کہ اسی اجتماع میں چند کلمات پیش کردوں، غالباً مدرسہ کے سب طلباء یہاں موجود ہیں۔

طلبہ عزیز! کیا تم نے کبھی اس پر غور کیا ہے کہ تم جو تعلیم حاصل کررہے ہو، اس کا مقصد کیا ہے؟ یہ علم مقصود ہے یا وسیلہ؟

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دنیا میں بہت سی چیزیں ایسی ہیں کہ وسیلہ ہیں، اصل مطلوب نہیں، البتہ مطلوب ہیں وہ ان کے بغیر نہیں مل سکتیں، اس لیے وسیلہ بھی مطلوب ہو جائے گا، مثلاً سکہ چاندی سونے کا چلتا ہے، دولت کمانے کا یہی ذریعہ ہے، مگر ہماری زندگی کی ضرورتوں میں یہ سونا چاندی کس کام آتا ہے، اگر پیاس لگی ہو تو کیا چاندی سے بجھ جائے گی؟ بھوک میں کیا سونا بھوک بجھا دے گا؟ مگر جب تک یہ سامان نہ ہو کھانے پینے کی چیزیں مجھے نہیں مل سکتیں اس لیے چاندی سونے کا مسئلہ بھی ضروری ہو گیا ہے، گورنمنٹ نے کرنسی نوٹ چلائے ہیں، کاغذ کا پرچہ ایک چھدام کا بھی نہیں ہے، مگر گورنمنٹ نے اس پر چھاپ دیا ہے ایک ہزار روپے، اب یہ وسیلہ ہے، اسی کاغذ کے ذریعہ روپیہ اور اشرفیاں مل جاتی ہیں، یہ کاغذ وسیلہ ہو گیا ہے ایک ہزار روپے کے وصول کرنے کا، اب لوگ ہزار روپے کی اشرفیاں یا چاندی کے سکے نہیں رکھتے بلکہ کاغذ کا یہ پرزہ رکھ لیتے ہیں، جو چیزیں وسائل کا حکم رکھتی ہیں ان میں استقرار ضروری نہیں ہے، لیکن جو چیزیں مقاصد میں داخل ہیں، ان میں تبدیلی نہیں ہو سکتی، بھوک میں غذا مقصد ہے، وسیلہ اس کو بدل نہیں سکتا۔ تم نے اپنے گھروں اور عزیز و اقارب کو چھوڑا اور یہاں آئے، ملک میں تعلیم کے دوسرے طریقے بھی رائج ہیں، لوگ ان کی طرف دوڑتے ہیں مگر تم نے اسکولوں اور کالجوں سے آنکھیں بند کیں تاکہ دینی علوم میں مہارت حاصل کرو، بڑا مبارک ارادہ ہے، لیکن سوال یہ ہے کہ جس علم کو تم سیکھ رہے ہو وہ علم وسیلہ ہے یا مقصد؟ تمھارے ذہن نے اگر اس کو نہ سمجھا تو میں متنبہ کروں گا کہ تم صحیح کام کر رہے ہو اور قوموں نے ہمیشہ علم کو وسیلہ سمجھا ہے مگر مسلمانوں کی یہ خصوصیت رہی ہے کہ انھوں نے علم کو وسیلہ نہیں مقصد سمجھا، ذریعہ معاش نہیں سمجھا۔

ہندوستان میں ۲۴ یونی ورسٹیاں ہیں، کالج ہیں اور لاکھوں اسکول ہیں، جن کا دامن دیہات تک پھیلا ہوا ہے، ان میں جو تعلیم ہوتی ہے، اس کو وسیلہ سمجھا جاتا ہے مقصد نہیں سمجھا جاتا، ان میں صرف اس لیے تعلیم حاصل کی جاتی ہے کہ سرکاری ملازمتیں مل سکیں اور اونچے عہدے حاصل کیے جا سکیں، جو شخص وہاں جاتا ہے وہ سمجھتا ہے کہ جب تک یہاں کی ڈگری موجود نہ ہو وہ معاش حاصل نہیں کر سکتا، مگر میں تمھیں یاد دلانا چاہتا ہوں کہ جس علم کی خاطر تم زانوئے ادب تہہ کر رہے ہو وہ علم مقصد ہے وسیلہ نہیں ہے۔ اس کو کسی وسیلے کے لیے حاصل نہیں کیا جاتا، بلکہ اس لیے حاصل کیا جاتا ہے کہ اس کا حصول فرض ہے، مسلمانوں نے ہمیشہ علم کو علم کے لیے سیکھا ہے، انھوں نے کبھی علم کو اس لیے حاصل نہیں کیا کہ اس سے ذریعہ معیشت حاصل کریں، مسلمانوں نے ذریعہ معیشت کسی اور چیز کو بنایا؟

جنھوں نے علم کے افسانے سنے ہیں وہ جانتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ جنھوں نے علم فقہ مدون کیا، جس پر کروڑوں مسلمان عمل کرتے ہیں پارچہ فروش تھے انھوں نے اپنے وسیع علم کو ذریعہ معیشت نہیں بنایا۔ معروف کرخیؒ موچی تھے، جو ہم اس پیشے کو سننے کو بھی تیار نہیں ہیں، وہ کرخ میں نکل جاتے، بازار میں بیٹھتے، راہ چلتے آدمیوں کے جوتے سیتے اور اس کی اجرت سے گزر بسر کرتے۔ شمس الائمہ کا نام ہی حلوائی پڑ گیا تھا اور اتنا بڑا عالم اپنا ذریعہ معیشت حلوہ فروشی بنائے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہوئے تھے۔اسی طرح اسلام کے مشہور علماء نے علم دین کے چشمے بہائے مگر کبھی علم دین کو ذریعہ معیشت نہیں بنایا، وہ علم کو علم کے لیے حاصل کرتے تھے، زخارفِ دنیوی کے لیے نہیں، ان کے نزدیک یہ گناہ تھا کہ علم کو دنیا کے لیے حاصل کیا جائے، وہ تشنگانِ علم کو علم کی روشنی سے سیراب کرنا ہی اپنا دینی فریضہ سمجھتے تھے، یہ ہمارے علماء کا خاص شیوہ رہا ہے کہ دین کی خدمت، علوم دینیہ کی اشاعت کو انھوں نے اپنا فریضہ سمجھا ہے، انھوں نے اس کے لیے خرید وفروخت کا بازار گرم نہیں کیا، اس حقیقت کو اگر تم نے سمجھ لیا تو اپنی زندگی کی تاریخ ڈھال لی۔ اللہ تعالیٰ نے تمھیں دین کی توفیق دی ہے تو تمھارا فرض ہے کہ اس کی صدا ہر شخص کے کانوں تک پہنچا دو، کچھ دنوں کے بعد تم تعلیم کے مرحلوں کو طے کر کے فراغت حاصل کرو گے اور ایک عالم دین کی حیثیت سے دنیا کے سامنے پیش ہوگے، اس وقت تمھارے سامنے بھی یہ فریضہ ہونا چاہیے، اگر تم نے یہ کر لیا تو میں تمھیں یقین دلاتا ہوں کہ جو علم تم حاصل کر رہے ہو، اس آسمان کے نیچے اس سے اونچی عزت کا کوئی اور مقام نہیں ہوگا۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ سب کو اس کی توفیق بخشے، میں امید کرتا ہوں کہ ان شاءاللہ بار بار اس قسم کی تقریبات میں شرکت کا موقع ملے گا۔

☆......☆......☆

سارے جہاں کا جائزہ اپنے جہاں سے بے خبر

حضرت تھانوی رحمہ اللہ سے کسی شخص نے یزید سے متعلق دریافت کیا کہ اس پر لعنت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

حضرت نے جواب دیا کہ اس شخص کے لیے جائز ہے جسے یقین ہو کہ وہ یزید سے بہتر ہو کر مرے گا، سائل نے کہا، یہ مرنے سے پہلے کیسے ہو سکتا ہے؟ حضرت نے فرمایا، بس پھر مرنے کے بعد جائز ہوگا۔

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ سے کسی نے پوچھا یزید کی مغفرت ہوگی یا نہیں؟ آپ نے جواب دیا ''یزید سے پہلے اپنی مغفرت کی فکر کرو''۔

خطیب الہند حضرت عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا ''مردے سنتے ہیں یا نہیں؟'' حضرت نے سوال کو طرح دے کر ایک اہم ذمہ داری کی طرف متوجہ کرتے ہوئے فرمایا ''بھائی! ہماری بات تو زندہ بھی نہیں سنتے تم مردوں کی بات کرتے ہو''۔

امام شافعی رحمہ اللہ سے اہل صفین کے بارے میں پوچھا گیا، امام نے فرمایا ''ہمارے ہاتھ جب ان کے خون سے محفوظ رہے ہیں تو ہم اپنی زبانوں کو کیوں ان میں رنگین کریں''۔

© rasailojaraid.com